1181

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ بنی اسرائیل (17)

آیت نمبر (1 تا 5)

ج و س

(ن) جَوۡسًا لوٹ مار کے لئے کسی جگہ گھس جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵

ترکیب

(آیت۔۱) لَیۡلًا ظرف زماں ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ اَلۡاَقۡصٰی کو اَلۡاَقۡصَا لکھنا قرآن مجید کا مخصوص املاء ہے۔ لِنُرِیَہٗ کے لام کا تعلق بٰرَکۡنَا سے نہیں ہے بلکہ اَسۡرٰی سے ہے۔ (آیت۔ ۳) ذُرِّیَّۃَ مضاف ہے اور مَنۡ اس کا مضاف الیہ ہے۔ ذُرِّیَّۃَ کے حالت نصب میں ہونے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ہماری ترجیح یہ ہے کہ اس کو منادٰی کا مضاف مانا جائے یعنی اس سے پہلے حرفِ ندا ''یا'' محذوف ہے اور اس کا تعلق لَا تَتَّخِذُوۡا سے ہے۔

ترجمہ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ	اَسۡرٰی	بِعَبۡدِہٖ	لَیۡلًا	مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ
اس کی پاکیزگی ہے جو	لے گیا	اپنے بندے کو	رات ہی رات میں	مسجد حرام سے

اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ	بٰرَکۡنَا	حَوۡلَہٗ	لِنُرِیَہٗ
اس مسجد اقصیٰ تک	ہم نے برکت دی	جس کے اردگرد کو	تاکہ ہم دکھائیں اس کو

مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ	اِنَّہٗ	ہُوَ السَّمِیۡعُ	الۡبَصِیۡرُ ①	وَاٰتَیۡنَا	مُوۡسَی
اپنی نشانیوں میں سے	بیشک وہ	ہی سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	اور ہم نے دی	موسیٰؑ کو

الۡکِتٰبَ	وَجَعَلۡنٰہُ	ہُدًی	لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ	اَلَّا تَتَّخِذُوۡا
کتاب	اور ہم نے بنایا اس کو	ہدایت	بنی اسرائیل کے لئے	کہ تم لوگ مت بناؤ

مِنۡ دُوۡنِیۡ	وَکِیۡلًا ؕ②	ذُرِّیَّۃَ مَنۡ	حَمَلۡنَا	مَعَ نُوۡحٍ ؕ	اِنَّہٗ
میرے علاوہ	کوئی کارساز	اے ان کی اولاد جن کو	ہم نے سوار کیا	نوحؑ کے ساتھ	بیشک وہ

کَانَ	عَبۡدًا شَکُوۡرًا ③	وَقَضَیۡنَاۤ	اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ	فِی الۡکِتٰبِ
تھے	بہت شکرگزار بندے	اور ہم نے فیصلہ کیا	بنی اسرائیل کے لیے	اُس کتاب میں

لَتُفۡسِدُنَّ	فِی الۡاَرۡضِ	مَرَّتَیۡنِ	وَلَتَعۡلُنَّ	عُلُوًّا کَبِیۡرًا ④
(کہ) تم لوگ لازماً فساد مچاؤ گے	زمین میں	دو مرتبہ	اور تم لوگ لازماً عروج پاؤ گے	ایک بڑا عروج

فَاِذَا	جَآءَ	وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا	بَعَثۡنَا	عَلَیۡکُمۡ	عِبَادًا لَّنَاۤ
پھر جب	آیا	ان دونوں (باری) کی پہلی کا وعدہ	تو ہم نے بھیجا	تم لوگوں پر	اپنے ایسے بندے جو

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ	فَجَاسُوْا	خِلٰلَ الدِّیَارِ	وَ كَانَ	1181 وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝٥
شدید جنگ والے تھے	تو وہ گھس گئے	گھروں کے درمیان	اور وہ تھا	ایک کیا ہوا وعدہ

نوٹ۔1

آیت نمبر ایک میں واقعۂ معراج کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیلات بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ جن کی تعداد ۲۵ تک ہے۔ آیت کے الفاظ کہ ''ایک رات اپنے بندے کو لے گیا'' جسمانی سفر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر یا کشفی سفر کے لئے یہ الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر و عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرایا۔ ممکن اور ناممکن کی بحث تو صرف اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب کسی انسان کے اپنے اختیار سے خود کوئی کام کرنے کا معاملہ زیر بحث ہو۔ لیکن جب ذکر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کام کیا، تو پھر امکان کا سوال وہی شخص اٹھا سکتا ہے جسے اللہ کے قادر مطلق ہونے کا یقین نہ ہو۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (6تا10)

ترکیب

(آیت۔۶) جَعَلْنَا کا مفعول اول کُمْ کی ضمیر ہے اور اَكْثَرَ مفعول ثانی ہے جب کہ نَفِیْرًا تمیز ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ (آیت۔۷) فَلَهَا میں هَا کی ضمیر اَنْفُس کے لئے ہے۔ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ کے بعد آیت۔۶ کا پورا جملہ بَعَثْنَا سے بَاْسٍ شَدِیْدٍ تک محذوف ہے۔ لِیَسُوْٓءٗا دراصل یَسُوْءُوْنَ تھا۔ لامِ کَیْ داخل ہونے کی وجہ سے نون گرا تو یَسُوْءُوْا باقی بچا۔ اس کو یَسُوْٓءٗا لکھنا قرآن کا مخصوص املاء۔ (آیت۔۹) لِلَّتِیْ هِیَ کے بعد اَقْوَمُ مذکر کا استعمال بتا رہا ہے کہ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ اَلسُّبُلِ ہو سکتا ہے اور یہ تفضیل کل ہے۔ (دیکھیں آسان عربی گرامر، پیراگراف۔۷:۶۲)

ترجمہ

ثُمَّ	رَدَدْنَا	لَكُمُ	الْكَرَّةَ	عَلَیْهِمْ	وَاَمْدَدْنٰكُمْ	بِاَمْوَالٍ
پھر	ہم نے لوٹا دیا	تمہارے لئے	اس باری کو	ان لوگوں پر	اور ہم نے مدد دی تم کو	مالوں سے

وَّ بَنِیْنَ	وَجَعَلْنٰكُمْ	اَكْثَرَ	نَفِیْرًا ۝٦	اِنْ	اَحْسَنْتُمْ
اور بیٹوں سے	اور ہم نے کر دیا تم کو	زیادہ	بطور جتھے کے	اگر	بھلائی کرتے ہو

اَحْسَنْتُمْ	لِاَنْفُسِكُمْ ۣ	وَاِنْ	اَسَاْتُمْ	فَلَهَا ۭ	فَاِذَا	جَآءَ
تو بھلائی کرتے ہو	اپنی جانوں کے لئے	اور اگر	تم برائی کرتے ہو	تو ان کے لئے	پھر جب	آیا

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ	لِیَسُوْٓءٗا	وُجُوْهَكُمْ
آخری (باری) کا وعدہ	(تو ہم نے بھیجا جنگجو بندوں کو) وہ بگاڑ دیں	تمہارے چہروں کو

وَلِیَدْخُلُوا	الْمَسْجِدَ	كَمَا	دَخَلُوْهُ	اَوَّلَ مَرَّةٍ
اور تاکہ وہ داخل ہوں	مسجد میں	جیسے کہ	وہ داخل ہوئے اس میں	پہلی مرتبہ

وَّ لِیُتَبِّرُوْا	مَا	عَلَوْا	تَتْبِیْرًا ۝٧	عَسٰی
اور تاکہ وہ برباد کریں	اس کو جس پر	وہ غالب ہوں	جیسے کہ برباد کرتے ہیں	بعید نہیں

رَبُّكُمْ	اَنْ	يَّرْحَمَكُمْ ۚ	وَاِنْ	عُدْتُّمْ	1181 عُدْنَا ۘ
تمہارے رب سے	کہ	وہ رحم کرے تم پر	اور اگر	تم واپس ہوئے (گناہ کی طرف)	تو ہم واپس ہوں گے (سزا کی طرف)
وَجَعَلْنَا	جَهَنَّمَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	حَصِيْرًا ⑧	اِنَّ	هٰذَا الْقُرْاٰنَ
اور ہم نے بنایا	جہنم کو	کافروں کے لئے	ایک قید خانہ	یقیناً	یہ قرآن

يَهْدِيْ	لِلَّتِيْ	هِيَ	اَقْوَمُ	وَيُبَشِّرُ
ہدایت دیتا ہے	اس کے لئے جو کہ	وہ ہی	سب سے سیدھی (راہ) ہے	اور وہ بشارت دیتا ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ⑨
ان ایمان لانے والوں کو جو	عمل کرتے ہیں	نیکیوں کے	کہ	ان کے لئے ہے	ایک بڑا اجر

وَّ اَنَّ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	اَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا اَلِيْمًا ؑ⑩
اور یہ بھی بتاتا ہے کہ	وہ لوگ جو	ایمان نہیں لاتے	آخرت پر	ہم نے تیار کیا ہے	ان کے لئے	ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دوبار شرارت کریں گے۔ (اپنے عروج کے نشہ میں بدمست ہو کر۔ مرتب) اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے۔ اسی طرح ہوا۔ ایک بار جالوت غالب ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک کیا اور بنی اسرائیل نے دوبارہ عروج حاصل کیا جس کی انتہاء حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی۔ دوسری بار بخت نصر غالب ہوا اور اس کے بعد سے ان کی سلطنت نے قوت نہیں پکڑی بعض علماء نے پہلے وعدہ سے بخت نصر کا حملہ، جو ۵۸۷ قبل مسیح ہوا تھا اور دوسرے وعدہ سے طیطوس رومی کا حملہ، جو رفع مسیح کے ستر سال بعد ہوا تھا، مراد لیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حملوں میں مقدس ہیکلِ سلیمانی کو برباد کیا گیا۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔ طیطوس رومی کے حملے کے وقت یہودیوں کی حکومت نہیں تھی بلکہ اس وقت فلسطین سلطنت روم کا ایک صوبہ تھا جس میں یہودیوں کو کچھ صوبائی خود مختاری حاصل تھی۔ البتہ وہ اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے روم کے خلاف بغاوت کرتے رہتے تھے۔ اس کی سزا دینے کے لئے طیطوس نے حملہ کیا تھا۔

آیت نمبر (9 تا 12)

ن ش ر

(ن) نَشْرًا : کسی چیز کو بکھیرنا۔ پھیلانا۔ ﴿وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط﴾ (42/ الشوریٰ:28) ''اور وہ پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو۔''

نُشُوْرًا : جی اٹھنا۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ دوبارہ اٹھنا۔ ﴿كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨﴾ (35/ فاطر:9) ''اس طرح دوبارہ زندہ ہونا ہے۔''

نَاشِرٌ : اسم الفاعل ہے۔ پھیلانے والا۔ ﴿وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ③﴾ (77/ المرسلٰت:3) ''اور پھیلانے والیاں جیسا کہ پھیلانے کا حق ہے۔''

مَنْشُوْرٌ : اسم المفعول ہے۔ پھیلایا ہوا۔ کھولا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۳۔

(افعال)	اِنْشَارًا	دوبارہ زندہ کرنا۔ دوبارہ اٹھانا۔﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝٢٢ ﴾ (80/عبس:21،22)''پھراس نے موت دی اس کو پھراس نے قبر دی اس کو پھر جب بھی وہ چاہے گا وہ دوبارہ زندہ کرے گا اس کو۔''
	مُنْشَرٌ	اسم المفعول ہے۔زندہ یا اٹھایا جانے والا۔﴿ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝٣٥ ﴾ (44/الدخان:35) ''اور ہم نہیں ہیں دوبارہ اٹھائے جانے والے۔''
(تفعیل)	تَنْشِيْرًا	خوب پھیلانا۔کھولنا۔
	مُنَشَّرٌ	اسم المفعول ہے۔ پھیلایا ہوا۔کھولا ہوا۔﴿ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝٥٢ ﴾ (74/مدثر:52) ''کہ ان کو دیئے جائیں کھولے ہوئے صحیفے۔''
(افتعال)	اِنْتِشَارًا	پھیل جانا۔ بکھر جانا۔﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝٢٠ ﴾ (30/الروم:20)''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کیا تم لوگوں کو ایک مٹی سے پھر جب تم لوگ ایک بشر ہوتے ہو تو پھیل جاتے ہو۔''
	اِنْتَشِرْ	فعل امر ہے۔تو پھیل جا۔بکھر جا۔﴿ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا ﴾ (33/الاحزاب:53)''پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔''
	مُنْتَشِرٌ	اسم الفاعل ہے۔ پھیلنے والا۔﴿ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ ﴾ (54/القمر:7)''وہ لوگ نکلیں گے قبروں سے گویا کہ وہ پھیلنے والی ٹڈی ہیں۔''

ترکیب

(آیت۔١١) يَدْعُ مضارع مجزوم نہیں ہے بلکہ یہ مضارع معروف يَدْعُوْ ہے۔ یہ قرآن کا مخصوص املاء ہے کہ اس کو یہاں يَدْعُ لکھا جاتا ہے۔(آیت۔١٢) اَلْحِسَابَ کی نصب بتارہی ہے کہ یہ عَدَدَ کا مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ لِتَعْلَمُوْا کا دوسرا مفعول ہے۔كُلَّ شَيْءٍ میں كُلَّ کی نصب بتارہی ہے کہ یہ کسی فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یہ فَصَّلْنَا کا مفعول مقدم نہیں ہوسکتا کیونکہ ضمیر مفعولی ہٗ اس کا مفعول ہے۔(آیت۔١٣) كُلَّ اِنْسَانٍ بھی فعل محذوف کا مفعول ہے۔

ترجمہ

وَيَدْعُ	الْاِنْسَانُ	بِالشَّرِّ	دُعَآءَهٗ	بِالْخَيْرِ ۭ	وَكَانَ
اور دعا مانگتا ہے	انسان	برائی کی	جیسے اس کی دعا	بھلائی کی	اور ہے

الْاِنْسَانُ	عَجُوْلًا ۝١١	وَجَعَلْنَا	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	اٰيَتَيْنِ	فَمَحَوْنَآ
انسان	بہت جلد باز	اور ہم نے بنایا	رات کو	اور دن کو	دو نشانیاں	پھر ہم نے مٹایا

اٰيَةَ الَّيْلِ	وَجَعَلْنَآ	اٰيَةَ النَّهَارِ	مُبْصِرَةً	لِّتَبْتَغُوْا	فَضْلًا
رات کی نشانی کو	اور ہم نے بنایا	دن کی نشانی کو	روشن	تاکہ تم لوگ تلاش کرو	فضل

مِّنْ رَّبِّكُمْ	وَلِتَعْلَمُوْا	عَدَدَ السِّنِيْنَ	وَالْحِسَابَ ۭ	وَكُلَّ شَيْءٍ
اپنے رب سے	اور تاکہ تم لوگ جان لو	برسوں کی گنتی کو	اور حساب کو	اور ہر ایک چیز کو

فَصَّلْنٰهُ	تَفْصِيْلًا ﴿١٢﴾	وَكُلَّ اِنْسَانٍ	اَلْزَمْنٰهُ
ہم نے تفصیل سے بتایا اس کو	جیسے کھول کھول کر بتاتے ہیں	اور ہر ایک انسان کو!	ہم نے لگا دیا ہے

طٰٓئِرَهٗ	فِيْ عُنُقِهٖ ؕ	وَنُخْرِجُ	لَهٗ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	كِتٰبًا
ہر (انسان) کا عمل	اس کے گلے	اور ہم نکالیں گے	اس کے لئے	قیامت کے دن	ایک ایسی کتاب

يَّلْقٰىهُ	مَنْشُوْرًا ﴿١٣﴾	اِقْرَاْ	كِتٰبَكَ ؕ	كَفٰى	بِنَفْسِكَ
وہ ملے گا (یعنی پائے گا) جس کو	کھولی ہوئی	تو پڑھ	اپنی کتاب	کافی ہے	تیرا نفس

الْيَوْمَ	عَلَيْكَ	حَسِيْبًا ﴿١٤﴾ؕ	مَنِ	اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا
آج کے دن	تجھ پر	بطور حساب لینے والے کے	جس نے	ہدایت پائی	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

يَهْتَدِيْ	لِنَفْسِهٖ ج	وَمَنْ	ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ
وہ ہدایت پاتا ہے	اپنے نفس کے لئے	اور جو	گمراہ ہوا	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ گمراہ ہوتا ہے

عَلَيْهَا ؕ	وَلَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ	وَمَا كُنَّا
اس پر	اور نہیں اٹھائے گی	کوئی اٹھانے والی (جان)	کسی دوسری کا بوجھ	اور ہم نہیں ہیں

مُعَذِّبِيْنَ	حَتّٰى	نَبْعَثَ	رَسُوْلًا ﴿١٥﴾
عذاب دینے والے	یہاں تک کہ	ہم بھیجیں	کوئی رسول

آیت نمبر (16 تا 21)

ح ظ ر

(ض) حَظْرًا منع کرنا۔ روک لینا۔

مَحْظُوْرٌ اسم المفعول ہے۔ منع کیا ہوا۔ روکا ہوا۔ آیت زیر مطالعہ۔ ۲۰۔

(افتعال) اِحْتِظَارًا اہتمام سے روکنا۔ باڑہ بنانا۔

مُحْتَظِرٌ اسم الفاعل ہے۔ روکنے والا۔ باڑہ بنانے والا۔ ﴿كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾﴾ (54/القمر:31) "باڑہ بنانے والے کی خشک ٹہنی کی مانند۔"

ترجمہ

وَاِذَآ	اَرَدْنَآ	اَنْ	نُّهْلِكَ	قَرْيَةً	اَمَرْنَا	مُتْرَفِيْهَا
اور جب	ہم ارادہ کرتے ہیں	کہ	ہم ہلاک کریں	کسی بستی کو	تو ہم حکم دیتے ہیں	اس کے خوشحال لوگوں کو

فَفَسَقُوْا	فِيْهَا	فَحَقَّ	عَلَيْهَا	الْقَوْلُ	فَدَمَّرْنٰهَا
پھر وہ نافرمانی کرتے ہیں	اس میں	تو ثابت ہو جاتی ہے	اس (بستی) پر	بات	تو ہم اس کو اجاڑ دیتے ہیں

تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾	وَكَمْ اَهْلَكْنَا	مِنَ الْقُرُوْنِ	1181 مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ
جیسا کہ اجاڑنے کا حق ہے	اور کتنی ہی ہم نے ہلاک کیں	قوموں میں سے	نوحؑ کے بعد

وَكَفٰى	بِرَبِّكَ	بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ	خَبِيْرًا	بَصِيْرًا ﴿١٧﴾
اور کافی ہے	آپؐ کا رب	اپنے بندوں کے گناہوں سے	باخبر ہونے کے لحاظ سے	دیکھنے والا ہونے کے لحاظ سے

مَنْ	كَانَ يُرِيْدُ	الْعَاجِلَةَ	عَجَّلْنَا	لَهٗ	فِيْهَا	مَا
جو	چاہتا رہتا ہے	دنیا کو	تو ہم جلدی کر دیتے ہیں	اس کے لئے	اس (دنیا) میں	وہ (چیز) جو

نَشَآءُ	لِمَنْ	نُّرِيْدُ	ثُمَّ	جَعَلْنَا	لَهٗ	جَهَنَّمَ ۚ
ہم چاہتے ہیں	اس کے لئے جس کے لئے	ہم چاہتے ہیں	پھر	ہم بناتے ہیں	اس کے لئے	جہنم

يَصْلٰىهَا	مَذْمُوْمًا	مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾	وَمَنْ	اَرَادَ	الْاٰخِرَةَ	وَسَعٰى
وہ گرے گا اس میں	مذمت کیا ہوا	دھتکارا ہوا ہوتے ہوئے	اور جو	چاہتا ہے	آخرت کو	اور وہ بھگ دوڑ کرتا ہے

لَهَا	سَعْيَهَا	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ	فَاُولٰٓئِكَ
اس کے لئے	جیسا اس کی باگ دوڑ کا حق ہے	اس حال میں کہ	وہ	ایمان لانے والا ہے	تو وہ لوگ ہیں

كَانَ سَعْيُهُمْ	مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾	كُلًّا	نُّمِدُّ	هٰٓؤُلَآءِ	وَهٰٓؤُلَآءِ
جن کی بھاگ دوڑ ہے	قدر کی ہوئی	سب کی	ہم مدد کرتے ہیں	ان کی (بھی)	اور ان کی (بھی)

مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ	وَمَا كَانَ	عَطَآءُ رَبِّكَ	مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾	اُنْظُرْ	كَيْفَ
آپؐ کے رب کے عطیہ سے	اور نہیں ہے	آپؐ کے رب کا عطیہ	روکا ہوا	آپؐ دیکھیں	کیسے

فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى بَعْضٍ ؕ	وَلَلْاٰخِرَةُ	اَكْبَرُ	دَرَجٰتٍ
ہم نے فضیلت دی	ان کے بعض کو	بعض پر	اور یقیناً آخرت	سب سے بڑی ہے	درجوں کے لحاظ سے

وَّاَكْبَرُ	تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾
اور سب سے بڑی ہے	فضیلت دینے کے لحاظ سے

نوٹ۔1

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے اور اس کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس کی ابتدائی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس قوم کے حاکم ایسے لوگ بنا دیئے جاتے ہیں جو عیش پسند ہوں، یا اگر حاکم نہ بھی بنائے جائیں تو اس قوم میں ایسے لوگوں کی کثرت کر دی جاتی ہے دونوں صورتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ دنیا میں مست ہو کر اللہ کی نافرمانیاں خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ پھر ان پر اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

زیر مطالعہ آیت۔۱۸۔۱۹۔ میں دنیا اور آخرت کے طالب اور ان کی جزاء کا ذکر ہے۔ صرف دنیا کے طلب گاروں کے لئے مَنْ

كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔جس میں ہمیشگی کا مفہوم ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی سزا صرف اس صورت میں ہے کہ اس کے عمل میں ہر وقت صرف دنیا ہی کی غرض چھائی ہوئی ہو اور آخرت کی طرف کوئی دھیان ہی نہ ہو۔جب کہ آخرت کے طلب گاروں کے لئے مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن جس وقت، جس عمل میں آخرت کا ارادہ اور نیت کرے گا اس کا وہ عمل مقبول ہو جائے گا۔خواہ کسی دوسرے عمل کی نیت میں دنیا کی طلب بھی شامل ہو۔پھر اسی آیت میں سعی کے ساتھ لفظ سَعْيَهَا بڑھا کر یہ بتا دیا گیا کہ آخرت کے لئے ہر عمل اور ہر کوشش نہ مفید ہوتی ہے اور نہ عند اللہ مقبول، بلکہ کوشش وہی معتبر ہے جو مقصدِ آخرت کے مناسب ہو۔کسی کوشش کا آخرت کے مناسب ہونا یا نہ ہونا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔اس لئے جو نیک اعمال اپنی رائے اور من گھڑت طریقوں سے کئے جاتے ہیں، خواہ وہ دیکھنے میں کتنے ہی بھلے اور مفید نظر آئیں، وہ نہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں اور نہ ہی آخرت میں کارآمد ہوں گے۔(معارف القرآن)

نوٹ۔3

آیت نمبر۔۲۱ کو اگر آیت۔۱۹ کے تناظر میں پڑھا جائے تو بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ آخرت کے لئے کوشش کرنا مطلوب بھی ہے اور محمود بھی۔جنت میں داخلہ کا پروانہ مل جانا ہی ایک عظیم کامیابی ہے۔لیکن بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔اس کے آگے پھر جنت کی سوسائٹی میں Status یعنی درجات کا مسئلہ بھی ہے۔اس کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہم سے کہا گیا کہ اس دنیا میں Status کے جو فرق ہیں ان پر غور کرو اور اس حوالہ سے یہ حقیقت ذہن نشین کر لو کہ دنیا میں Status کا جو فرق ہے، وہ تو محض ایک نمونہ ہے۔اس کا تھان تو آخرت میں کھلے گا۔جنت کی سوسائٹی میں درجات کا فرق تعداد کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہے اور ایک درجے کی دوسرے درجے پر فضیلت کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہے۔

ہمیں ایمانداری سے سوچنا چاہیے کہ ہم اس دنیا کے عارضی اور فانی Status کے لئے کتنی جان مارتے ہیں اور جنت کے Status کی ہمیں کتنی فکر ہے۔جو لوگ آخرت کے لئے کوشاں ہیں ان کی بھی اکثریت کے ذہن میں جنت کے Status کا مسئلہ نہیں ہے پھر اس کی فکر کرنے کا کیا سوال ہے۔ہم لوگ مرحومین کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا تو مانگتے ہیں لیکن جنت میں اپنے درجات کی اپنی زندگی میں فکر نہیں کرتے۔اِلَّا ماشاء اللہ

آیت نمبر (22 تا 23)

ء ف ف

(ن۔ض)	اَفًّا	تکلیف یا بے قراری میں اُف اُف کہنا۔
	اُفٍّ	اسم فعل ہے بمعنی میں ناپسند کرتا ہوں۔بیزار ہوتا ہوں، زیر مطالعہ آیت۔۲۳

ب ذ ر

(ن)	بَذْرًا	(۱) کسی بات کو پھیلانا۔اشاعت کرنا۔(۲) مال کو بکھیرنا۔فضول خرچی کرنا۔
(تفعیل)	تَبْذِيْرًا	نام و نمود اور نمائش میں مال اڑانا۔ زیر مطالعہ آیت۔۲۶
	مُبَذِّرٌ	اسم الفاعل ہے۔نمائش میں مال اڑانے والا۔زیر مطالعہ آیت۔۲۷

1181

ترجمہ

لَا تَجۡعَلۡ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰهًا اٰخَرَ	فَتَقۡعُدَ	مَذۡمُوۡمًا	مَّخۡذُوۡلًا ۲۲
تو مت بنا	اللہ کے ساتھ	کوئی دوسرا معبود	ورنہ تو بیٹھ رہے گا	مذمت کیا ہوا	بے بس کیا ہوا
وَقَضٰى	رَبُّكَ	اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا	اِلَّاۤ	اِيَّاهُ	وَبِالۡوَالِدَيۡنِ
اور فیصلہ کیا	تیرے رب نے	کہ تم لوگ بندگی مت کرو	مگر	اس (اللہ) کی ہی	اور والدین کے ساتھ
اِحۡسَانًا ؕ	اِمَّا	يَبۡلُغَنَّ	عِنۡدَكَ	الۡكِبَرَ	اَحَدُهُمَاۤ
حسن سلوک کرنے کا	جب کبھی بھی	پہنچ جائیں	تیرے پاس	بڑھاپے کو	دونوں میں سے ایک

اَوۡ	كِلٰهُمَا	فَلَا تَقُلۡ	لَّهُمَاۤ	اُفٍّ	وَّلَا تَنۡهَرۡ	هُمَا
یا	دونوں کے دونوں	تو تو مت کہہ	ان دونوں سے	اف (بھی)	اور تو مت جھڑک	ان دونوں کو

وَقُلۡ	لَّهُمَا	قَوۡلًا كَرِيۡمًا ۲۳	وَاخۡفِضۡ	لَهُمَا	جَنَاحَ الذُّلِّ
اور تو کہہ	ان دونوں سے	شریفانہ بات	اور تو بچھا	دونوں کے لئے	تابعداری کا پہلو
مِنَ الرَّحۡمَةِ	وَقُلۡ	رَّبِّ	ارۡحَمۡهُمَا	كَمَا	رَبَّيٰنِيۡ
رحمت سے	اور تو کہہ	اے میرے رب	تو رحم کردونوں پر	جیسے کہ	ان دونوں نے تربیت کی میری

صَغِيۡرًا ؕ ۲۴	رَبُّكُمۡ	اَعۡلَمُ	بِمَا
چھوٹا ہوتے ہوئے (یعنی بچپن میں)	تم لوگوں کا رب	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	اس کو جو

فِيۡ نُفُوۡسِكُمۡ ؕ	اِنۡ	تَكُوۡنُوۡا	صٰلِحِيۡنَ	فَاِنَّهٗ	كَانَ	لِلۡاَوَّابِيۡنَ
تمہاری طبیعتوں میں ہے	اگر	تم لوگ ہو گے	نیک	تو بیشک	وہ ہے	بار بار رجوع کرنے والوں کے لئے

غَفُوۡرًا ۲۵	وَاٰتِ	ذَا الۡقُرۡبٰى	حَقَّهٗ	وَالۡمِسۡكِيۡنَ	وَابۡنَ السَّبِيۡلِ
بے انتہا بخشنے والا	اور تو دے	قرابت والے کو	اس کا حق	اور مسکین کو	اور مسافر کو

وَلَا تُبَذِّرۡ	تَبۡذِيۡرًا ۲۶	اِنَّ	الۡمُبَذِّرِيۡنَ	كَانُوۡۤا
اور تو بے جا مال مت اڑا	جیسا بے جا مال اڑانا ہے	بیشک	بے جا مال اڑانے والے	ہیں

اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ ؕ	وَكَانَ	الشَّيۡطٰنُ	لِرَبِّهٖ	كَفُوۡرًا ۲۷	وَاِمَّا
شیطانوں کے بھائی	اور ہے	شیطان	اپنے رب کا	انتہائی ناشکرا	اور جب کبھی

تُعۡرِضَنَّ	عَنۡهُمُ	ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ	مِّنۡ رَّبِّكَ	تَرۡجُوۡهَا
تو اعراض کرے	ان سے	ایسی رحمت کی تلاش کرنے میں	اپنے رب سے	تو امید کرتا ہے جس کی

فَقُلۡ	لَّهُمۡ	قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ۲۸	وَلَا تَجۡعَلۡ	يَدَكَ	مَغۡلُوۡلَةً	اِلٰى عُنُقِكَ
تب تو کہہ	ان سے	نرم بات	اور تو مت بنا	اپنے ہاتھ کو	باندھا ہوا	اپنی گردن کی طرف

وَلَا تَبۡسُطۡهَا	كُلَّ الۡبَسۡطِ	فَتَقۡعُدَ	مَلُوۡمًا	مَّحۡسُوۡرًا ۝٢٩ 1181
اور تو مت کھول اس کو	جیسے بالکل کھولنا ہے	نتیجۃً تو بیٹھ رہے	ملامت کیا ہوا	تھکا ہارا ہوتے ہوئے

اِنَّ	رَبَّكَ	يَبۡسُطُ	الرِّزۡقَ	لِمَنۡ	يَّشَآءُ
بیشک	تیرا رب	کشادہ کرتا ہے	روزی کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے

وَيَقۡدِرُ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ
اور وہ اندازہ لگاتا ہے (یعنی ناپ تول کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے)	یقیناً وہ	ہے	اپنے بندوں سے

خَبِيۡرًا	بَصِيۡرًا ۝٣٠ ع
ہر حال میں باخبر رہنے والا	ہر حال میں دیکھنے والا

نوٹ:1

والدین کے حقوق کے لیے معارف القرآن جلد 5۔ صفحات 451 تا 557 کا مطالعہ مفید رہے گا۔ وہاں سے پڑھ لیا جائے۔ معارف القرآن کی جلد۔۵ کے صفحات۔۴۵۱ تا ۵۵۷ میں والدین کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم اس کے چند اقتباسات ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب کیا ہے۔ جیسا کہ سورہ لقمان (آیت نمبر۔۱۴) میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گزار ہونا واجب ہے۔ (میرے خیال میں یہ بات ہمیں اس طرح سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ والدین کی اطاعت اور اللہ کے شکر کے ستھ والدین کا شکر لازم و لزوم ہیں۔ مرتب)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے رہےں گے۔ اور جوان کا نافرمان ہوا اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا تو ایک دروازہ۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جہنم کی وعید اس صورت میں بھی ہے کہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا وَ اِنۡ ظَلَمَا وَ اِنۡ ظَلَمَا وَ اِنۡ ظَلَمَا (اور اگر ان دونوں نے ظلم کیا) اس کا حاصل یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے انتقام لینے کا حق نہیں ہے۔ اگر انہوں نے ظلم کیا تو اسے اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کی خدمت اور اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔ (میں نے ایک عالم دین سے پوچھا تھا کہ ماں اور باپ میں سے کس کا حق زیادہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خدمت گزاری میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے اور اطاعت میں باپ کا حق ماں سے زیادہ ہے۔ مرتب)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ بجز والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے کہ اس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔

۵۔ اس پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے کہ والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے۔ ناجائز یا گناہ کے کام میں واجب تو کیا جائز بھی نہیں ہے (کیونکہ) حدیث میں ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

۶۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ (تو ان دونوں میں پھر تم جہاد کرو) مطلب یہ ہے کہ ان خدمت میں ہی تمہیں جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک جہاد فرض کفایہ کے درجے میں ہو تو اولاد کے لئے وہ کام ماں باپ کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے۔ جس کو بقدر فرض دین کا علم حاصل ہے وہ عالم بننے کے لئے سفر کرے یا لوگوں کو تبلیغ و دعوت کے لئے سفر کرے تو یہ والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

1181

۷۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کا کوئی حق میرے ذمہ باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ ان کے لئے دعاء مغفرت اور استغفار کرنا اور جو عہد انہوں نے کسی سے کیا تھا اس کو پورا کرنا اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا اور ان کے ایسے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا جن کا رشتہ صرف ان ہی کے واسطے سے ہے۔ والدین کے یہ حقوق ہیں جو ان کے بعد بھی تمہارے ذمہ باقی ہیں۔

۸۔ والدین اگر مسلمان ہوں تو ان کے لئے رحمت کی دعا ظاہر ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان کی زندگی میں یہ دعا (وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا) اس نیت سے جائز ہوگی کہ ان کو دنیا کی تکالیف سے نجات ہو اور ایمان کی توفیق ہو۔ لیکن مرنے کے بعد ان کے لئے یہ دعاء رحمت جائز نہیں ہے۔

۹۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے باپ کو بلا کر لاؤ۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں۔ جو اس نے دل میں کہے ہیں اور خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔ جب وہ اپنے والد کو لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تمہارا بیٹا شکایت کرتا ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس کا مال چھین لو۔ والد نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِیْہِ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی۔ اب اور کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کے والد سے پوچھا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا ایمان بڑھا دیتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ۔ اس نے وہ اشعار سنائے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تیری ذمہ داری۔ تیرا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔ جب کسی رات میں تجھے کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات بیداری اور بیقراری میں گزاری۔ گویا کہ تیری بیماری مجھے ہی لگی ہے جس کی وجہ سے تمہارا شب روتا رہا۔ میرا دل تیری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ پھر جب تم اس عمر کو پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا تو تو نے میرا بدلہ سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تو ہی مجھ پر احسان کر رہا ہے۔ کاش اگر تجھ سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتا جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ یعنی تو بھی اور تیرا
1181
مال بھی تیرے باپ کے لئے ہے۔(ڈاکٹر غلام مرتضیٰ مرحوم نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا تھا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ بیوی بچوں کا خرچ پورا نہیں ہوتا تو والدین کو کہاں سے دیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ میرے بھائی آپ کا سوال غلط ہے۔ اگر آپ مجھ سے پوچھتے کہ والدین کا خرچ پورا نہیں ہوتا تو بیوی بچوں کو کہاں سے دیں، پھر میں آپ کو بتاتا کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ مرتب)

نوٹ۔2

فضول خرچی کے معنی کو قرآن حکیم نے دو لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے، ایک تبذیر اور دوسرا اسراف۔ تبذیر کی ممانعت تو زیر مطالعہ آیت ۲۶ سے واضح ہے جب کہ اسراف کی ممانعت وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف۔۳۱) سے ثابت ہے بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ کسی گناہ میں یا بالکل بے موقع اور بے محل خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں اور جہاں خرچ کرنے کا جائز موقع تو ہو مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے تو اس کو اسراف کہتے ہیں۔ اس لئے تبذیر بہ نسبت اسراف کے زیادہ سخت ہے اور مبذرین کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (31 تا35)

ز ن ی

(ض) زَنٰی: زنا کرنا۔ ﴿وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ج﴾ (25/ الفرقان:68) ’’اور وہ لوگ قتل نہیں کرتے اس جان کو جسے محترم کیا اللہ نے مگر حق کے ساتھ اور وہ لوگ زنا نہیں کرتے۔‘‘

زِنًی: اسم ذات بھی ہے۔ زنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۳۲

زَانٍ: اسم الفاعل ہے۔ زنا کرنے والا۔ ﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً﴾(24/ النور:3) ’’زنا کرنے والا نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والی سے یا شرک کرنے والی سے۔‘‘

ترجمہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَکُمْ	خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ط	نَحْنُ	نَرْزُقُھُمْ
اور تم لوگ قتل مت کرو	اپنی اولاد کو	مفلس ہونے کے خوف سے	ہم ہی	رزق دیتے ہیں ان کو

وَاِیَّاکُمْ ط	اِنَّ	قَتْلَھُمْ	کَانَ	خِطْاً کَبِیْرًا ۝۳۱	وَلَا تَقْرَبُوا
اور تم کو بھی	یقیناً	ان کو قتل کرنا	ہے	ایک بڑی غلطی	اور تم لوگ قریب مت ہو
الزِّنٰٓی	اِنَّهٗ	کَانَ	فَاحِشَةً ط	وَسَآءَ	سَبِیْلًا ۝۳۲
زنا کے	یقیناً وہ	ہے	ایک بے حیائی	اور برا ہے	بلحاظ راستہ کے
وَلَا تَقْتُلُوا	النَّفْسَ الَّتِیْ	حَرَّمَ	اللّٰہُ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ط
اور تم لوگ قتل مت کرو	اس جان کو جس کو	(قتل کرنا) حرام کیا	اللہ نے	مگر	حق کے ساتھ

وَمَنۡ	قُتِلَ	مَظۡلُوۡمًا	فَقَدۡ جَعَلۡنَا	لِوَلِیِّہٖ	سُلۡطٰنًا 1181
اور جو	قتل کیا گیا	مظلوم ہوتے ہوئے	تو ہم نے بنا دیا ہے	اس کے ولی کے لئے	ایک اختیار

فَلَا یُسۡرِفۡ	فِّی الۡقَتۡلِ ؕ	اِنَّہٗ	کَانَ	مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾
تو اسے چاہئے کہ حد سے تجاوز نہ کرے	قتل کرنے میں	بیشک وہ	ہے	مدد کیا ہوا

وَلَا تَقۡرَبُوۡا	مَالَ الۡیَتِیۡمِ	اِلَّا بِالَّتِیۡ	ہِیَ	اَحۡسَنُ
اور تم لوگ قریب مت ہو	یتیم کے مال کے	سوائے اس کے ساتھ جو کہ	وہ ہی	سب سے بہتر ہو

حَتّٰی	یَبۡلُغَ	اَشُدَّہٗ ۪	وَ اَوۡفُوۡا	بِالۡعَہۡدِ ۚ	اِنَّ	الۡعَہۡدَ
یہاں تک کہ	وہ پہنچے	اپنی پختگی کو	اور تم لوگ پورا کرو	وعدے کو	یقیناً	وعدہ
کَانَ	مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۴﴾	وَ اَوۡفُوا	الۡکَیۡلَ	اِذَا	کِلۡتُمۡ	وَ
ہے	پوچھا جانے والا	اور تم لوگ پورا کرو	ناپ کو	جب بھی	تم لوگ ناپو	اور

زِنُوۡا	بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ	ذٰلِکَ	خَیۡرٌ	وَّ اَحۡسَنُ	تَاۡوِیۡلًا ﴿۳۵﴾
تم لوگ وزن کرو	سیدھے ترازو سے	یہ	سب سے بہتر ہے	اور سب سے اچھا ہے	بلحاظ انجام کے

نوٹ۔1

ترازو کے لئے عربی لفظ میزان ہے۔ قسطاس کے معنی بھی ترازو ہے لیکن یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ یہ یونانی لفظ ہے اور عرب تاجروں کے ذریعہ عرب میں بھی رائج ہو گیا۔ (حافظ احمد یار صاحب)

نوٹ۔2

قتل نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل ہی نہیں ہے، بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ نفس، جس کو اللہ نے ذی حرمت قرار دیا ہے، اس کی تعریف میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتل انسان ہے، اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خود کشی بھی ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

اسلامی قانون میں قتل بالحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد کے مجرم سے قصاص (۲) دین حق کے راستے میں مزاحمت کرنے والوں سے جنگ (۳) اسلامی نظامِ حکومت کو الٹنے کی سعی کرنے والوں کو سزا (۴) شادی شدہ مرد یا عورت کو ارتکابِ زنا کرنا سزا (۵) ارتداد کی سزا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔4

ولی کے اختیار کا مطلب یہ ہے کہ وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ اولیائے مقتول ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ قصاص میں قاتل کو قتل کروائیں یا خون بہا لینے پر راضی ہوں یا قاتل کو بالکل معاف کر دیں۔ البتہ قاتل کو سزا دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ مقتول کے اولیاء اور اس کے قبیلہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ خود قاتل کو قتل کریں۔ اگر ان کو حکومت کی طرف سے قصاص لینے میں مدد نہیں ملتی تب بھی انہیں قاتل سے بدلہ لینے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی بدلہ لیتا ہے اور خود قاتل کو قتل کر دیتا ہے تو اب وہ خود قتلِ عمد کا مجرم اور گناہگار ہے۔ ایسی صورت میں انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہے اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دینا ہے۔ اس حکم پر عمل کرنے والے کو بے غیرت کہنا یا سمجھنا خود بھی ایک گناہ ہے۔

نوٹ۔5 اسراف فی القتل کے متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً اگر قاتل پر قابو نہ پا سکے تو اس کے خاندان یا قبیلے کے کسی فرد کو قتل کرنا۔ یا قاتل کے ساتھ اور لوگوں کو قتل کرنا یا خون بہا لینے کے بعد پھر قتل کرنا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب ممنوع ہیں اور گناہ ہیں۔

آیت نمبر (36 تا 40)

م ر ح

(س) مَرَحًا : ناز سے چلنا۔ اٹھلانا۔ اترانا۔ ﴿ ذٰلِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ۚ۝۷۵ ﴾ (40/المومن:75) ''یہ اس سبب سے ہے جو تم لوگ خوش ہوتے تھے زمین میں ناحق اور اس سبب سے ہے جو تم لوگ اٹھلاتے تھے۔'' اور زیر مطالعہ آیت۔ ۳۷

ترکیب

(آیت۔۳۶) اَلسَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ، یہ سب اِنَّ کے اسم ہیں۔ اس کے آگے پورا جملہ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا۔ اِنَّ کی خبر ہے۔ اس جملہ میں كُلُّ اُولٰٓئِكَ مرکب اضافی كَانَ کا اسم ہے۔ جب کہ مَسۡـُٔوۡلًا اس کی خبر ہے۔ اس میں اِنَّ کے تینوں اسم یعنی اَلسَّمۡعَ، اَلۡبَصَرَ اور اَلۡفُؤَادَ کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے اسم اشارہ اُولٰٓئِكَ جمع کا صیغہ آیا ہے، لیکن عَنۡهُ میں جمع کی ضمیر عَنۡهُمۡ کے بجائے واحد ضمیر عَنۡهُ آئی ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہر ایک صلاحیت کے بارے میں الگ الگ پوچھا جائے گا۔ (آیت۔۳۷) مَرَحًا مصدر ہے اور حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ (آیت۔۳۸) كُلُّ ذٰلِكَ مبتداء ہے اور آگے کا پورا جملہ اس کی خبر ہے۔ اس جملہ میں كَانَ کا اسم سَيِّئُهٗ ہے جب کہ مَكۡرُوۡهًا اس کی خبر ہے۔

ترجمہ

وَلَا تَقۡفُ	مَا	لَيۡسَ لَكَ	بِهٖ	عِلۡمٌ	اِنَّ	السَّمۡعَ
اور تو پیچھے مت پڑ	اس کے	نہیں ہے تیرے لئے (یعنی تیرے پاس)	جس کا	کوئی علم	یقیناً	سماعت

وَالۡبَصَرَ	وَالۡفُؤَادَ	كُلُّ اُولٰٓئِكَ	كَانَ	عَنۡهُ	مَسۡـُٔوۡلًا ۳۶
اور بصارت	اور دل	ان کے سب ہیں (کہ)	ہے	اس (ہر ایک) کے بارے میں	پوچھا جانے والا

وَلَا تَمۡشِ	فِى الۡاَرۡضِ	مَرَحًا ۚ	اِنَّكَ	لَنۡ تَخۡرِقَ
اور تو مت چل	زمین میں	اتراتا ہوا	یقیناً تو	ہرگز نہیں پھاڑ سکے گا
الۡاَرۡضَ	وَلَنۡ تَبۡلُغَ	الۡجِبَالَ	طُوۡلًا ۳۷	كُلُّ ذٰلِكَ
زمین کو	اور تو ہرگز نہیں پہنچ سکے گا	پہاڑوں کو	بلحاظ لمبائی کے	اس کا سب ہے (کہ)
كَانَ	سَيِّئُهٗ	عِنۡدَ رَبِّكَ	مَكۡرُوۡهًا ۳۸	ذٰلِكَ
ہے	اس (ہر ایک) کی برائی	آپؐ کے رب کے نزدیک	ناپسند کی ہوئی	یہ

مِمَّاۤ	اَوۡحٰٓى	اِلَيۡكَ	رَبُّكَ	مِنَ الۡحِكۡمَةِ	وَلَا تَجۡعَلۡ
اس میں سے ہے جو	وحی کیا	آپؐ کی طرف	آپؐ کے رب نے	حکمت میں سے	اور مت بنا

مَعَ اللّٰہِ	اِلٰـھًا اٰخَرَ	فَتُلْقٰی	فِیْ جَھَنَّمَ	مَلُوْمًا 1181
اللہ کے ساتھ	کوئی دوسرا معبود	نتیجۃً تو ڈالا جائے گا	جہنم میں	ملامت کیا ہوا ہوتے ہوئے

مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾	اَفَاَصْفٰکُمْ	رَبُّکُمْ	بِالْبَنِیْنَ
راندہ کر کے	تو کیا مخصوص کیا تم لوگوں کو	تمہارے رب نے	بیٹوں کے ساتھ

وَاتَّخَذَ	مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ	اِنَاثًا	اِنَّکُمْ	لَتَقُوْلُوْنَ	قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾
اور (خود) اس نے بنائیں	فرشتوں میں سے	بیٹیاں	بیشک تم لوگ	یقیناً کہتے ہو	ایک بڑی بات

نوٹ۔1 آیت۔۳۶، میں لفظ ''علم'' اپنے اصطلاحی اور لغوی، دونوں مفہوموں کا جامع ہے۔(آیت۔۱۶/۵۶، نوٹ۔۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عقائد اور نظریات کو اختیار نہ کرے جن کی سند قرآن وحدیث میں نہ ہو۔ زندگی کے معاملات میں جن اوامر اور نواہی کی سند قرآن وحدیث میں ہو ان کے خلاف نہ کرے۔ دیگر معاملات میں قابل اعتبار معلومات کے بغیر محض ظن اور گمان کی بنیاد پر نہ تو کوئی رائے قائم کرے اور نہ ہی کوئی فیصلہ یا اقدام کرے۔

نوٹ۔2 زندگی کے تمام معملات میں کوئی رائے قائم کرنے یا فیصلہ کرنے کا جو Process ہے، اس کی وضاحت آیت۔۷/۱۷۹، نوٹ۔۲، میں کی جا چکی ہے۔ اس کو دوبارہ پڑھ لیں۔ زیر مطالعہ آیت۔۳۶، میں ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ فیصلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دے کر انسان کو دنیا کی امتحان گاہ میں بھیجا، ان کے متعلق پوچھا جائے گا کہ ان کو استعمال بھی کیا تھا یا محض اندھی تقلید پر ہی زندگی بسر کرتے رہے اور اگر استعمال کیا تھا تو کس مقصد کے لئے استعمال کیا۔

نوٹ۔3 آیت۔۳۶ میں الفاظ آئے ہیں ''عَنْہُ مَسْئُوْلًا'' عام طور پر اس کا مطلب بیان کیا گیا ہے کہ کان، آنکھ اور دل سے پوچھا جائے گا لیکن استاذِ محترم حافظ احمد یار صاحب کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سَئَلَ زَیْدًا کا مطلب ہے اس نے زید سے پوچھا۔ جب کہ سَئَلَ عَنْ زَیْدٍ کا مطلب ہے اس نے زید کے بارے میں پوچھا۔ اس لحاظ سے مذکورہ الفاظ کا مطلب یہ بنتا ہے کہ مذکورہ صلاحیتوں سے نہیں بلکہ ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

آیت نمبر (41 تا 44)

ترجمہ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا	فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ	لِیَذَّکَّرُوْا
اور بیشک ہم نے بار بار بیان کیا ہے (مضامین کو)	اس قرآن میں	تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں

وَمَا یَزِیْدُھُمْ	اِلَّا	نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾	قُلْ	لَّوْ
اور وہ (یعنی قرآن) زیادہ نہیں کرتا ان کو	مگر	نفرت میں	آپ کہہ دیجئے	اگر

کَانَ	مَعَہٗٓ	اٰلِھَۃٌ	کَمَا	یَقُوْلُوْنَ	اِذًا
ہوتے	اس (اللہ) کے ساتھ	دوسرے معبود	جیسے کہ	وہ لوگ کہتے ہیں	تب تو

لَّا بْتَغَوْا	اِلٰی ذِی الْعَرْشِ	سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾	1181 سُبْحٰنَهٗ
وہ (دوسرے معبود) ضرور تلاش کرتے	عرش والے کی طرف	کوئی راستہ	پاکیزگی اس کی ہے

وَتَعٰلٰی	عَمَّا	یَقُوْلُوْنَ	عُلُوًّا کَبِیْرًا ﴿۴۳﴾	تُسَبِّحُ
اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	وہ لوگ کہتے ہیں	جیسا بڑے بلند ہونے کا حق ہے	تسبیح کرتے ہیں

لَهٗ	السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ	وَالْاَرْضُ	وَمَنْ	فِیْهِنَّ ؕ	وَاِنْ	مِّنْ شَیْءٍ
اس کی	سات آسمان	اور زمین	اور وہ جو	ان میں ہیں	اور نہیں ہے	کوئی بھی چیز

اِلَّا	یُسَبِّحُ	بِحَمْدِهٖ	وَلٰكِنْ	لَّا تَفْقَهُوْنَ
مگر (یہ کہ)	وہ تسبیح کرتی ہے	اس کی حمد کے ساتھ	اور لیکن	تم لوگ سمجھتے نہیں ہو
تَسْبِیْحَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	حَلِیْمًا	غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾
ان کی تسبیح کو	بیشک وہ	ہے	بردبار	بے انتہا بخشنے والا

نوٹ۔1

فرشتوں، انسانوں، اور جنوں کے علاوہ جو باقی چیزیں ہیں ان کی تسبیح کا کیا مطلب ہے؟ بعض علماء نے فرمایا کہ ان کی تسبیح سے مراد تسبیح حال ہے۔ یعنی ہر چیز کا مجموعی حال بتا رہا ہے کہ وہ اپنے وجود میں مستقل اور دائمی نہیں ہے بلکہ وہ کسی بڑی قدرت کے تابع چل رہا ہے۔ یہی شہادت حال اس کی تسبیح ہے۔ (اس میں اب یہ اضافہ بھی پڑھنے اور سننے میں آتا ہے کہ ہر چیز اپنے وجود سے گواہی دے رہی ہے کہ ان کا خالق ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ یہ ان کی تسبیح ہے۔ مرتب) مگر دوسرے اہل تحقیق کا قول یہ ہے کہ تسبیح اختیاری تو صرف فرشتوں اور مومن جن وانس کے لئے مخصوص ہے۔ جب کہ تکوینی طور پر کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ تم لوگ ان کی تسبیح کہ سمجھتے نہیں ہو، اس پر دلالت کرتا ہے کہ ذرّہ ذرّہ کی تسبیح کوئی ایسی چیز ہے جس کو عام انسان سمجھ نہیں سکتے۔ جب کہ تسبیح حالی کو تو اہل عقل وفہم سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تسبیح صرف حالی نہیں بلکہ حقیقی بھی ہے مگر ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔ امام قرطبیؒ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور اس پر قرآن وسنت کے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (45 تا 48)

س ت ر

(ن۔ض) سَتْرًا : کسی چیز کو ڈھانکنا۔ چھپانا۔

سِتْرٌ : اس ذات ہے۔ ہر وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جائے۔ اوٹ۔ آڑ۔ ﴿لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾﴾ (18/ الکھف:90) ''ہم نے نہیں بنایا ان کے لئے اس سے کوئی آڑ۔''

مَسْتُوْرٌ : اسم المفعول ہے۔ ڈھانکا ہوا۔ چھپایا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۴۵۔

(استفعال) اِسْتِتَارًا : ڈھکنا۔ چھپنا۔ پردہ کرنا۔ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ (41/حٰم السجدہ:22) ''اور تم لوگ پردہ نہیں کرتے تھے۔

ترجمہ	

وَاِذَا	قَرَاْتَ	الْقُرْاٰنَ	جَعَلْنَا	بَيْنَكَ	وَبَيْنَ الَّذِيْنَ
اور جب بھی	آپؐ پڑھتے ہیں	قرآن	تو ہم بنا دیتے ہیں	آپؐ کے	اور ان کے درمیان جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴿۴۵﴾	وَّجَعَلْنَا	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
ایمان نہیں لاتے	آخرت پر	ایک چھپایا ہوا پردہ	اور ہم ڈال دیتے ہیں	ان کے دلوں پر

اَكِنَّةً	اَنْ	يَّفْقَهُوْهُ	وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ	وَقْرًا ۭ	وَاِذَا
غلاف	کہ (کہیں)	وہ لوگ سمجھ لیں اس کو	اور ان کے کانوں میں	ایک بوجھ	اور جب بھی

ذَكَرْتَ	رَبَّكَ	فِي الْقُرْاٰنِ	وَحْدَهٗ	وَلَّوْا	عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ
آپؐ ذکر کرتے ہیں	اپنے رب کا	قرآن میں	اس کے واحد ہونے کا	تو وہ پھیر دیتے ہیں (خود کو)	اپنی پیٹھوں پر

نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَسْتَمِعُوْنَ
نفرت کرتے ہوئے	ہم	سب سے زیادہ جانتے ہیں	اس کو	یہ لوگ غور سے سنتے ہیں

بِهٖٓ	اِذْ	يَسْتَمِعُوْنَ	اِلَيْكَ	وَاِذْ	هُمْ	نَجْوٰٓى
جس کے سبب سے	جب	یہ لوگ کان دھرتے ہیں	آپؐ کی طرف	اور جب	یہ لوگ	سرگوشی کرتے ہیں

اِذْ يَقُوْلُ	الظّٰلِمُوْنَ	اِنْ	تَتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾
جب کہتے ہین	یہ ظالم لوگ	نہیں	پیروی کرتے تم لوگ	مگر	ایک جادو کیئے ہوئے شخص کی

اُنْظُرْ	كَيْفَ	ضَرَبُوْا	لَكَ	الْاَمْثَالَ	فَضَلُّوْا
آپؐ دیکھیں	کیسے	انہوں نے بیان کیں	آپؐ کے لئے	مثالیں	نتیجتاً وہ گمراہ ہوئے

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾
پس وہ استطاعت نہیں رکھتے	کسی راستے کی

1181